بچوں کی تعلیم و تربیت
اسلامی تعلیمات اور نفسیات کی روشنی میں

سعید احمد

ماں باپ بننے کے بعد والدین کا سب سے اہم اور بڑا فرض بچہ کی عمدہ تعلیم و تربیت ہے۔ ان کا یہ فرض صرف اس لئے نہیں ہے کہ وہ بچہ اُن کا بچہ ہے اور اگر بڑا ہو کر وہ اچھا ثابت ہو گا تو اس سے اُن کا نام روشن ہوگا اور انھیں آرام پہنچے گا۔ بلکہ اُن کا یہ فرض اس لئے ہے کہ بچہ خدا کی طرف سے اُن کے پاس ایک امانت ہے جس کی عمدہ طریقہ پر نگہداشت اور دیکھ بھال ان کا فرض ہے۔ اسی طرح قوم کا اور انسانی سوسائٹی کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے بچہ کی اعلیٰ تعلیم و تربیت ماں باپ کا ایک قومی اور انسانی فریضہ بھی ہے۔ بچہ کا ذہن اور اس کا دل و دماغ ایک سادہ سپید کاغذ کی طرح ہیں کہ اس پر ابتدا ًآپ جو نقش قائم کر دیں گے وہ اس پر مرتسم ہو جائے گا اور آخر وقت تک رہے گا۔ خدا نے انسانی فطرت میں خیر و شر اور نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت اور قابلیت رکھی ہے۔ یہ صلاحیت ماحول اور تعلیم و تربیت کے اثر سے ابھرتی ہے۔ ماحول اور تعلیم و تربیت اگر دونوں اچھے ہیں تو نیکی اور اچھے کام کرنے کی صلاحیت پروان چڑھے گی اور بار بار کی مشق و تکرار سے ایک دن وہ اس درجہ پختہ اور مضبوط ہو جائیگی کہ اس کے بعد اگر مخالف ماحول بھی ملے تو اس پر کوئی اثر نہ ہو گا۔ اور وہ چٹان کی طرح اپنے عادات و اطوار پر قائم رہے گا۔ اسی کو عام بول چال میں کیرکٹر کہتے ہیں۔

لیکن اگر بدقسمتی سے بچہ کو ماحول خراب اور تعلیم و تربیت ناقص ملی ہے تو کسب شر اور برے کام کرنے کی استعداد کو نشو و نما پانے کا موقع ملیگا اور پھر نتائج نہایت افسوسناک اور تباہ کن ہوں گے

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا	پھر اللہ نے نفس میں بدی اور نیکی دونوں کی صلاحیت
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ	ودیعت کردی وہ شخص جس نے (اعمال نیک کے ذریعہ) اس کو
خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔	سنوار لیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اس کو (اعمال بد کرکے)
(شمس)	مٹی میں ملا دیا وہ ناکام رہا۔

تعلیم و تربیت کی اہمیت اس بنا پر جو ماں باپ اولاد کی تعلیم و تربیت سے بے پرواہی اور غفلت کرتے ہیں وہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے گناہگار ہیں۔ قوم اور انسانیت کے بھی شدید ترین مجرم ہیں ذرا غور کیجئے اگر آپ کا ایک بیٹا آپ کی غفلت اور کوتاہی کے باعث صالح تعلیم و تربیت سے محروم رہا ہو تو اس کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہی نہیں ہوگا کہ ایک شخص یا سوسائٹی کا فرد واحد بد ہے۔ بلکہ مشہور ہے ایک سڑی مچھلی پورے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ یہ شخص تو خود بد ہوگا ہی لیکن اس کے اثر سے اس کی اولاد، اس کے ساتھی، اس کے پڑوسی، پھر اولاد کی اولاد ان سب میں بدی اور گناہگاری کے جراثیم سرائیت کر جائیں گے اور چونکہ ان سب کا سرچشمہ آپ کی ذات ہوگی اس بنا پر ان تمام برے اعمال و افعال کی پاداش سے آپ نہیں بچ سکتے۔

خشتِ اول چو نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرکے اس فعل بد کی رسم جاری کردی تو قرآن نے کہا

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ	ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لگا دیا ہے کہ جو شخص کسی
نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ	ایک جان کو بغیر کسی جان کے یا زمین میں فساد کے بغیر
فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔	قتل کرتا ہے اس نے گویا تمام لوگوں کو مار ڈالا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا	تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اہل وعیال برے اعمال وافعال کی وجہ سے دوزخ میں جارہے ہیں تو اس کا اصل سبب یہ ہے کہ تم نے عمدہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ انھیں اعمالِ صالحہ کا خوگر نہیں بنایا اور گویا اس طرح تم نے ان کو دوزخ سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔

پھر چونکہ اولاد ماں باپ کا نمونہ ہوتی ہے۔ اس لئے اگر اولاد بد ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ماں باپ خود بد ہیں اور اگر اولاد نیک ہے تو یہ اس کی نشانی ہے کہ ماں باپ بھی نیک ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے۔

فتنہ کے معنی عام طور پر اردو زبان میں فتنہ کا لفظ جس معنی میں بولا جاتا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں بھی فتنہ سے وہی معنی مراد ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ عربی زبان میں فتن کے معنی آزمانے کے ہیں۔ فتنہ اسی سے مشتق ہے اور اس کے معنیٰ ہیں وہ چیز جس کے ذریعہ کسی کو آزمایا جائے۔ اس بنا پر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ خدا اموال در اولاد کے ذریعہ تم کو آزماتا ہے اور یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اموال کے کسب وصرف اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے متعلق اس نے تم کو جو احکام بتائے ہیں تم ان کی پابندی کتنی اور کس حد تک کرتے ہو۔ گویا تمہارے اموال اور اولاد ایک آئینہ ہے جس میں خود تمہاری نیکی اور بدی کی شکل نظر آتی ہے۔ ایک ترازو ہے جس میں خود تمہارے اچھے برے اعمال کا وزن کیا جاتا ہے۔

عمدہ تعلیم وتربیت کا مفہوم اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ "عمدہ تعلیم وتربیت" سے مراد کیا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ انسان کی زندگی جسم اور روح ان دونوں کے اتصال وربط پر موقوف ہے۔ اس بنا پر صحیح معنی میں زندہ وہ شخص ہوگا جس کا جسم اور روح دونوں تندرست ہوں اور ان میں سے کوئی بیمار نہ ہو یعنی جس طرح جسم کو کسی قسم کا کوئی جسمانی اور مادی دکھ اور آزار نہ ہو۔ اسی طرح اس کی روح کو بھی کسی قسم کی کوئی بیماری نہ ہو جو برے اخلاق۔ برے عقائد وافکار، اور برے اعمال وافعال کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد دوسرا مرتبہ اس شخص کا ہے جس کا فقط جسم تندرست ہو اور روح بیمار ہو، یا صرف روح تندرست ہو اور جسم مریض ہو۔ لیکن چونکہ روح پائیدار ہے اور جسم فنا ہو کر مٹی میں ملجانیوالا

روح اصل ہے اور جسم فرع اس بنا پر ان دونوں شخصوں میں سے دوسرا شخص جس کی روح تندرست ہے مگر جسم بیمار ہے پہلے کی نسبت زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

پس عمدہ تعلیم و تربیت کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ بچہ کی شروع سے اس طرح پرورش کی جائے کہ ایک طرف وہ جسمانی اعتبار سے مضبوط اور توانا ہو چست اور مستعد ہو۔ کسی مرض کا شکار نہ ہو اور زندگی کی جد وجہد میں پورے طور پر حصہ لینے کا حوصلہ رکھتا ہو اور دوسری جانب اس کی روح بھی صحت مند ہو، اچھے اخلاق، پاکیزہ اعمال و افعال اور نیک عقائد و افکار کی وجہ سے روح پر بیماری کا کوئی اثر نہ ہو، بچہ کی تعلیم و تربیت میں ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری اور بحکم خداوندی ہمارا فرض ہے اور اس میں کسی ایک چیز سے بھی غفلت برتنا شدید معصیت اور سخت گناہ ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کے علاوہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک غریب عورت آئی۔ دو چھوٹی بچیاں اس کے ساتھ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت کوئی اور چیز نہ تھی۔ ایک کھجور زمین پر پڑی ہوئی تھی وہی اٹھا کر عورت کو دیدی۔ عورت نے اس کے برابر برابر دو ٹکڑے کرکے انھیں بچوں میں تقسیم کردیا اتنے میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کو پورا واقعہ سنایا تو ارشاد ہوا "جس کو خدا اولاد کی محبت عطا فرمائے اور وہ ان کا حق بھی بجا لائے وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔

ہماری افسوسناک غفلت لیکن نہایت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ یہ فرض جتنا اہم اور ضروری ہے۔ ہم اسی قدر اس سے غافل اور بے پروا ہیں۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری نسلیں روز بروز تباہ و برباد ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ہمارا نیا آنے والا دن گذشتہ روز سے کہیں زیادہ بھیانک اور ڈراونا ہوتا ہے۔ اخلاقی، روحانی، معاشی اور معاشرتی۔ اقتصادی اور سیاسی ہر اعتبار سے ہماری حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہم میں بہت سے والدین ہیں جو اپنے بچوں کی جسمانی تربیت سے متعلق اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں۔ وہ اُن کو اچھا کھلاتے پلاتے ہیں اُن کے دکھ درد کا خیال رکھتے ہیں۔ انھیں

آرام پہنچانے کے لئے خود تکلیفیں اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں۔ پھر حسب استطاعت جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو انھیں کوئی کام سکھا کر کسی پیشہ کی تعلیم دیکر یا لکھنے پڑھنے کا سامان مہیا کرکے اُن کے لئے معاش اور روزی پیدا کرنے کا بھی بندوبست کرتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا، اگر والدین اپنے فرض کو اولاد کی صرف جسمانی تربیت اور پرورش تک ہی محدود سمجھتے ہیں تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی اور بھول ہے۔ اور ایک ایسا گناہ ہے جس پر قیامت میں اُن سے شدید باز پرس ہوگی۔

ہر ماں اور باپ کو جو مسلمان ہیں اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور قیامت میں اچھے اور برے اعمال کا جو بدلہ ملے گا اور جن کا قرآن مجید میں صاف صاف بارہا تذکرہ آیا ہے۔ اُن پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔ ان کو ٹھنڈے دل و دماغ سے ایک لمحہ کے لئے یہ سوچنا چاہئے کہ ان کی اولاد اُن کے دل و جگر کے ٹکڑے ہیں۔ ابو تمام نے کیا خوب کہا ہے۔

وانما اولادُنا بینَنَا اکبادُنا تمشی علی الارض

لو ھبّت الریح علیٰ بعضہم لامتنعت عینی من الغمض

ترجمہ:- ہماری اولاد ہمارے درمیان ہمارے جگر ہیں جو زمین پر چلتے ہیں اگر ان میں سے کسی پر ہوا چل جائے تو میری آنکھ جھپک تک سے محروم ہو جاتی ہے۔

اس بنا پر اگر اُن کے سر میں درد بھی ہوتا ہے یا بخار بھی آتا ہے تو وہ بے چین و بے قرار ہو جاتے ہیں اور ان کے علاج کی سو تدبیریں کرتے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اگر ان کی اولاد نماز نہیں پڑھتی روزہ نہیں رکھتی۔ شریعتِ اسلام کے اور دوسرے احکام و اوامر کی پابندی نہیں کرتی۔ اخلاقی جرائم کے ارتکاب میں اس کو پس و پیش نہیں ہوتا۔ فسق و فجور کی زندگی بسر کرتی ہے تو ان سب باتوں کا ان کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو کم از کم اتنا نہیں ہوتا جتنا کہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ اولاد آگ کی ایک جلتی ہوئی چنگاری اپنے ہاتھوں پر اٹھا لے، کنوئیں میں گر پڑے، یا بے احتیاطی کے باعث کسی مہلک اور خطرناک بیماری کا شکار ہو جائے۔ پس دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو انھیں یوم آخرت کی جزا و سزا کا یقین کامل اور سچا اعتقاد نہیں ہے اور اس بنا پر اگر ان کی اولاد احکام الٰہی سے سرتابی

اختیار کرکے اپنے لئے عذابِ اخروی کا سامان کرتی ہے تو انھیں اس کی پروا نہیں ہوتی اور وہ اپنی اولاد کو اُن سے باز رکھنے کے لئے ایسی کوشش نہیں کرتے جیسی کہ وہ اپنی اولاد کی جسمانی صحت و تندرستی کی بقا کے لئے کرتے ہیں۔ اور اگر واقعی ایک سچے اور پکے مسلمان کی حیثیت سے ان کو یوم آخرت کی جزا اور سزا کا یقین ہے تو پھر سخت حیرت ہے کہ وہ کس طرح اس کو گوارا کر لیتے ہیں کہ ان کی اولاد روحانی اور اخلاقی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے جہنم کا انگارہ اور دوزخ کا ایندھن بنے۔ اخروی تکلیف اور اذیت دنیوی تکلیف اور اذیت سے کہیں زیادہ شدید ہوگی۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ اولاد اگر کسی دنیوی تکلیف میں مبتلا ہو، یا کوئی ایسا کام کرے جس کا لازمی نتیجہ بیماری، ہلاکت یا کوئی اور جسمانی آزار ہو تو ماں باپ تڑپ اٹھتے ہیں اور ہزار جتن کرتے ہیں کہ اولاد کوئی ایسا کام نہ کرے۔ لیکن یہی اولاد اگر گمراہی کے راستہ پر گامزن ہو جس کا نتیجہ آخرت میں قہرِ خداوندی کی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہے تو اُن کے دل میں اس کی اتنی چبھن اور تکلیف نہیں ہوتی۔ خدا اور رسول نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے اور پھر قانونِ مکافاتِ عمل بھی فطرت کا ایک اٹل قانون ہے۔ اُس سے اپنے حق میں یا اپنی اولاد کے حق میں تغافل برتنا دین و دنیا میں ایک عظیم خسارہ اور نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جن کا اسلام قطعی نہیں ہے۔ انھوں نے مکہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ بڑا ظالم و جابر تھا۔ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے کہا "معلوم ہوتا ہے اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ضرور ہے جہاں انسان کو اپنے اعمال و افعال کا بدلہ ملے گا ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص اتنا بڑا ظالم ہو اور وہ اپنے ظلم کا بدلہ نہ پائے"۔ یہی انسانی فطرت کی وہ پکار ہے جس کو قرآن مجید نے بار بار بیان کرکے انسان میں یوم آخرت کا یقین اور مکافاتِ عمل کا اذعان پیدا کیا ہے چنانچہ فرمایا گیا۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا — جو شخص ایک ذرہ کے برابر بھلائی کرے گا وہ

يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ — اس کا بدلہ پائے گا اور جو شخص ایک ذرہ کے

شَرًّا یَّرَہٗ۔ برابر برا کام کریگا وہ اس کا بدلہ پائے گا۔
لَھَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡھَا ہر نفس اچھا کرے گا تو اُسے اس کا اجر ملے گا اور
مَا اکۡتَسَبَتۡ۔ برا کرے گا تو اُسے اس پر عذاب ہوگا۔

پھر دنیا میں یہ ممکن ہے کہ ایک شخص چوری کرے اور سزا سے بچ جائے، کسی کو بے گناہ مار دے اور نہ پکڑا جائے۔ مروجہ قانون وقت کی خلاف ورزی کرے اور اس پر عدالت میں مقدمہ نہ چلے۔ کسی شدید جرم کا ارتکاب کرے اور کسی خاندانی یا ذاتی اثر ورسوخ یا سفارش کے باعث اسے اپنے جرم کی پاداش نہ بھگتنی پڑے۔ لیکن آخرت میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ ہوسکے گی۔ وہاں نہ خدا کے فرشتوں کو جو کتابتِ اعمال پر مقرر ہیں کوئی جل اور فریب دیا جاسکتا ہے اور نہ خدا کی عدالت میں کسی کا حسب و نسب اور اس کے بزرگوں کے اعمال وافعال سفارش کا کام کرسکتے ہیں ارشاد ہے۔

اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡھَا حَافِظٌ "کوئی نفس ایسا نہیں ہے جس پر فرشتے تعینات نہ ہوں"
یَوۡمَ یَبۡعَثُھُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا "جب اللہ ان کو جلا اٹھائے گا پھر جیسے جیسے عمل
فَیُنَبِّئُھُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا اَحۡصٰہُ یہ لوگ کرتے رہے وہ اُن کو بتا دے گا اللہ نے اس
اللّٰہُ وَ نَسُوۡہُ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عمل کو گن رکھا ہے اور وہ اس کو بھول گئے اور اللہ ہر چیز
شَیۡءٍ شَھِیۡدٌ۔ کا نگراں ہے۔"

پھر جب روز جزا خدا کی عدالت میں ان کا معاملہ پیش ہوگا تو جس نے جیسا کچھ کیا ہوگا وہ اس کا بدلہ پائے گا۔

فَمَنِ اھۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَھۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ہی جان کے نفع کے
وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ لئے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اس کے
عَلَیۡھَا۔ نقصان کے لئے ہی گمراہ ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہے۔

وَمَنۡ یَّکۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنی جان کو نقصان

يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا پہنچانے کے لئے ہی کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے

پس اگر ہم مسلمان ہیں اور واقعی اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ قرآن میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سر بسر حق ہے اور اس میں بال برابر تاویل و توجیہ اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے تو پھر ہماری یہ غفلت کس درجہ افسوسناک اور ہماری محبت پدری و مادری کس قدر لائق ماتم ہے کہ ہم اپنی اولاد کی چند روزہ زندگی کو مطمئن اور پُر از عافیت و سکون بنانے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں لیکن اُن کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو بہتر بنانے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ دنیا داروں کا کیا ذکر ہے۔ آپ کو بہت سے علماء دین۔ مشائخ کرام اور صلحاء و صوفیا ملیں گے جو خود تقویٰ و طہارت کی زندگی بسر کرتے ہوں گے لیکن ان کی اولاد ان کی بے توجہی کے باعث خراب و خستہ ہو گی۔ فسق و فجور کی زندگی بسر کرتی ہو گی۔ آوارہ گرد اور دینی اعتبار سے نہایت ابتر اور زبوں حال ہو گی۔ تو کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ محض اپنے ذاتی اعمال سے وہ نجات پا جائیں گے اور اولاد سے متعلق اُن سے کوئی باز پرس نہ ہو گی۔ اور اگر بالفرض باز پرس نہیں بھی ہو گی تو ان کی پدرانہ شفقت و محبت اسے کیونکر گوارا کر لیتی ہے کہ ان کی اولاد دوزخ کا کندہ اور جہنم کا انگارہ بنے۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا بظاہر ایک پیش پا افتادہ حقیقت ہے جسے ہر مسلمان جانتا ہے اور غالباً اس بنا پر اس کے متعلق زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج ہماری انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگیوں میں یوم آخرت کا تصور، خدا کا خوف اور جزا و سزا کا اعتقاد اس درجہ مضمحل ہو گیا ہے کہ اب تو یہ الفاظ بھی جلسہائے وعظ کے علاوہ اور کہیں بہت کم سننے میں آتے ہیں۔ ہماری موجودہ تہذیب اور معاشرت ماحول کے گندہ اور بُرے اثرات سے، شعوری یا غیر شعوری طور پر اس درجہ متاثر ہو گئی ہے کہ مسلمان کے فکر و ذہن کی دنیا ہی یکسر منقلب ہو گئی اور جن تصورات پر اسلامی زندگی کی عمارت کو قائم ہونا چاہئے تھا اُن کی بنیاد اب اس درجہ کھوکھلی ہو گئی ہے کہ پوری عمارت کو ہی گھن لگ گیا ہے۔ پھر یہ اثرات اتنے ہمہ گیر اور وسیع ہیں کہ ان سے نہ تعلیم یافتہ طبقہ محفوظ ہے اور نہ وہ لوگ جو تعلیم کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب سے بیس

پچیس برس پہلے کے علماء، سوداگر، پروفیسر، وکیل، رئیس، حکیم اور دوسرے طبقہ کے لوگوں کا آج کے انھیں لوگوں سے مقابلہ کیجئے تو ایک عظیم فرق نظر آئے گا۔ آپ تلاش کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اس فساد اور خرابی کا سرچشمہ گھر کے باہر نہیں۔ بلکہ اندر ہے اور وہ بھی اُس گہوارۂ تربیت میں ہے جس میں نئی نسل کے جوان لڑکے اور لڑکیاں پل بڑھ کر عمر شباب کو پہنچے ہیں۔ اس بنا پر سب سے مقدم اور ضروری یہ ہے کہ ہم اسلامی زندگی سے متعلق اپنے بنیادی عقیدہ کو استوار کریں اور اس کی اہمیت کو محسوس کر کے اس پر اپنے افکار و اعمال کی عمارت کھڑی کریں۔

(باقی آئندہ)

مولانا آزاد کی تازہ ترین علمی و ادبی تصنیف

غبارِ خاطر

مولانا کے علمی اور ادبی خطوط کا دلکش اور عنبر بیز مجموعہ۔ یہ خطوط موصوف نے قلعہ احمد نگر کی قید کے زمانہ میں اپنے علمی محبِ خاص نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے نام لکھے تھے جو رہائی کے بعد مکتوب الیہ کے حوالے کئے گئے۔ اس مجموعے کے متعلق اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ مولانا ابو الکلام جیسے مجمع فضل و کمال کی تالیفات میں اپنے رنگ کی بے مثال تراوشِ قلم ہے، ان خطوط کے مطالعہ کے بعد مصنف کے دماغی پس منظر کا مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے سطر سطر موتیوں سے ٹکی ہوئی ہے۔ قیمت مجلد خوبصورت گرد پوش چار روپے۔

مکتبہ برہان دہلی قرولباغ